⊙ ڈاکٹر محمد جاوید خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی، مظفر آباد

⊙⊙ ڈاکٹر راحیلہ خورشید

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، پشاور

جموں وکشمیر میں اردو زبان کا آغاز وارتقا

Abstract:

The State of Jammu & Kashmir not only keeps a unique identity geographically but also in term of civilizational and cultural traditional, lingual, traditions, nationals at international level. This unique identity played here a vital role to make its educational and literary traditions glorious. Along with Sansikrat, Arabic, Persian and Urdu languages, and also Kashmiri, Dogri, Pahari and Gojri, the other regional languages made the regional's educational traditions strong. The names of Sheikh Yaqoob Sufi, Mullan Ghanni kaashmiri, Molana Anwer Shah Kaashmiri, Muhammad Din Fouq, Pandet Salgiram Salik, Pandet Harguyal Khasta and Ghulam Ahmed Mehjoor will live forever in the educational history of Kashmiri. Urdu language not only got the popularity commonly in the very short period of time 150 years in the State of Jammu & Kashmir but also became the way of communication among different regions and nations. Due to this popularity, soon it was granted with the grading of official language. In a very short time, Urdu language made the literary standards in the region. In this Article, the research and critical evaluation of the beginning and progressive period of Urdu language has been observed.

Keywords:

Jammu, Kashmir, History, Urdu Language,Literary Standard, Regional, Languages

ریاست جموں وکشمیر ۴۸ ہزار ۴۷ مربع میل پر پھیلی ہوئی ایک ایسی ریاست ہے جو اپنے جغرافیائی، تہذیبی، ثقافتی اور علمی تنوع کے اعتبار سے بڑی وسعت اور گہرائی رکھتی ہے۔ خوبصورت جھیلیں، بہتے دریا، گرتی آبشاریں، بلند وبالا پہاڑ، سرسبز وشاداب وادیاں اور دلفریب مناظر جہاں ایک طرف کشمیر کی دلکشی ورعنائی اور جغرافیائی حسن کو ظاہر کرتے ہیں تو دوسری طرف مختلف قوموں، نسلوں، رنگوں، مزاجوں، لباس، رسم ورواجات اور عادات کا اختلاف کشمیر کے تہذیبی وثقافتی تنوع کا آئینہ دار ہے، صرف یہی نہیں مختلف مذاہب کی موجودگی، رواداری اور ہم آہنگی خطہ کشمیر کی انفرادیت کا رنگ مزید گہرا کرنے اور اسے "فردوس برروئے زمیں است" بنانے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اس کثیر الجہتی تنوع کی ایک بڑی وجہ یہاں مختلف زبانوں اور بولیوں کا موجود ہونا بھی ہے۔ ان میں سنسکرت، ڈوگری، کشمیری، پہاڑی، گوجری، بلتی، شینا، بروشسکی، بروہی اور بکروالی جیسی زبانیں اور بولیاں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں عربی اور فارسی زبانوں کے ادب نے یہاں کی تہذیبی وثقافتی روایات کے ساتھ ساتھ علمی وادبی روایات پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

ریاست جموں کشمیر میں سنسکرت ایسی زبان ٹھہری جو کشمیر کی علمی وادبی روایت کی بنیاد بنی۔ کشمیر کی قدیم بالخصوص پنڈت کلہن کی تحریروں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں کشمیری لوگ جن میں خواتین بھی شامل تھیں پڑھ اور لکھ سکتے تھے اور اس عہد کا زیادہ تر علمی سرمایہ سنسکرت میں ہی تخلیق کیا گیا۔ پروفیسر عبدالقادر سروری کے مطابق:

> "اشوک کے زمانے میں جب بدھ مت وادی میں داخل ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی علمی روایت کی اتباع میں بدھ مت کے علماء نے جو کتابیں تصنیف کیں وہ پالی کے بجائے سنسکرت میں لکھی گئیں۔"(۱)

دور قدیم میں بدھ مت کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ قواعد، شعریات، ناٹک، جمالیات اور فلسفہ جیسے موضوعات پر سنسکرت میں کتابیں تصنیف کی گئیں۔ اس دور کی نامور شخصیات میں آنند وردھن (فلسفہ، شاعری، ناٹک اور مذہبیات) ابھنو گپت (فلسفہ، شاعری، تنقید)، ممٹا چاری (شعری جمالیات) چندک (ڈراما نگاری) بھٹ او بھٹ (شاعری)، کشمیندر (شعریات، عروض) اور پنڈت بلہن شامل ہیں۔ تاہم ان تمام شخصیات اور ان کی تخلیقات کے برعکس جس شخصیت اور اس کی تخلیق کو شہرت حاصل ہوئی وہ پنڈت کلہن اور اس کی تصنیف راج ترنگنی (۱۱۰۰ء) ہے۔ نظم کی صورت میں لکھی گئی راج ترنگنی کو جو آٹھ حصوں پر مشتمل ہے میں ابتدا سے بارھویں صدی عیسوی تک تمام حکمرانوں کے حالات ملتے ہیں۔ متعدد زبانوں میں ترجمہ ہونیوالی اس کتاب کو دنیا نے کارنامے سے تعبیر کیا ہے:

> "ایک مورخ کی حیثیت سے کلہن کی کارکردگی لاثانی ہے تاریخ کا مواد حاصل کرنے کے لیے اس نے نہ صرف قدیم دستاویزات کا بغور مطالعہ کیا بلکہ تاریخی عمارات پر کندہ تحریروں، مندروں، یادگاروں، سکوں اور سرکاری ریکارڈ کا بھی مطالعہ کیا۔ تاریخی واقعات درج کرنے میں اس نے احتیاط سے کام لیا۔ دیانت اور غیر جانبداری کو اس نے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔"(۲)

اسلامی عہد کے آغاز کے بعد کشمیر میں عربی زبان وادب نے بھی یہاں کی علمی وادبی روایت پر اپنے نقوش چھوڑے۔ بلبل شاہ سے لے کر سلطان سکندر (۱۳۹۹ء تا ۱۴۲۰ء) کے عہد اور بعد ازاں سلطان زین العابدین (۱۴۲۰ء تا

۱۴۷۰ء) کے عہد میں عربی زبان یہاں خوب پھلی پھولی اور بہت سا علمی ذخیرہ تخلیق ہوا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ فارسی زبان نے اس کی جگہ لے لی۔ فارسی زبان نے جلد ہی عوامی رنگ اختیار کیا ساتھ ہی اس نے سرکاری زبان کی حیثیت بھی اختیار کر لی اور یوں کشمیر کو ایران صغیر کی حیثیت سے جانا جانے لگا جیسے- جیسے جیسے کشمیر کے حکمرانوں کے تعلقات ہندوستان اور وسط ایشیا سے بڑھتے گئے تو کشمیر میں فارسی زبان وادب کے اثرات بھی گہرے ہوتے گئے۔ فارسی زبان و ادب کو عروج سلطان زین العابدین (۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء) اور چک عہد کی حکومت میں ملا اس دور میں مذہبی تالیفات اور تخلیقات کے ساتھ ساتھ سوانح نگاری بالخصوص صوفیہ کرام کے حالات و واقعات، قصیدہ، شعری اور تاریخی موضوعات پر تصانیف سامنے آئیں۔ سلطان العابدین (۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء) کے عہد میں احمد کشمیری نے جو کہ دربار میں ملک الشعرا تھے راج ترنگنی کا ترجمہ ''بحرالاسمار'' کی صورت میں کیا۔ اسی عہد میں فارسی زبان وادب کا ذوق وشوق خواتین میں بھی منتقل ہوا جب کہ چک حکومت میں خود حکمران یوسف چک نے فارسی شاعری کو فروغ دیا وہ خود بھی شاعر تھا اور اس نے فارسی شعراء کی خوب سرپرستی کی۔ اس عہد میں حضرت شیخ یعقوب صرفی نے مذہبی تصانیف کے ذریعے فارسی روایت کو فروغ دیا۔ مغلوں کے اقتدار میں آنے کے بعد صوفیانہ خیالات کے بادل چھٹنے لگے اور ایرانی شعری مزاج فروغ پانے لگا اس دور میں ایران کے مرزا صائب، محمد جان قدسی، مرزا ابو طالب کلیم، مرزا جلال طباطبائی اور ملا طغرانی شہری جیسے شعرا کشمیر آئے۔ ان کے قیام کے اثرات نے فانی اور غنی کاشمیری جیسے شعرا پیدا کیے۔ فانی اور غنی کاشمیری نے فارسی شاعری میں وہ مقام حاصل کل کیا جو کشمیر کے کسی اور شاعر کو حاصل نہیں ہوسکا۔ مغلوں کے عہد اقتدار کے بعد افغانوں (۱۷۵۲ء تا ۱۸۱۹ء) اور سکھوں کے عہد (۱۸۱۹ء تا ۱۸۴۶ء) میں بھی فارسی زبان وادب کو ترقی ملتی رہی۔ افغانوں کے عہد میں راجہ سکھ جوین ملنے شہرت حاصل کی۔ جیون خود بھی باکمال شاعر تھا اور اس نے دیگر شعرا کی بھی حوصلہ افزائی کی اس دور میں جن دیگر شعرا نے نام کمایا۔ ان میں پنڈت کاشکاری لچھ، من شیخ طیب رفیقی، پنڈت راجہ گول دیری کرپارام اور پنڈت ہرکول رام قابل ذکر ہیں ان مشاہیر کی تاریخ، شاعری، غزل، شہر آشوب اور دیگر اصناف میں تخلیقات شامل ہیں۔

خطہ کشمیر میں صرف سنسکرت عربی اور فارسی زبانوں نے ہی علمی و ادبی روایات میں اپنا کردار ادا کیا بلکہ کشمیری گوجری اور ڈوگری زبانوں کے اثرات بھی کشمیر کی علمی روایت کا حصہ بنے ہیں۔ زبانوں کے اس تنوع اور حالات کے تغیر وتبدل کے علاوہ کشمیر کے لوگوں کی فطری ذہانت اور قابلیت نے آنے والی زبان اردو کے فروغ کے لیے ایک ایسی فضا قائم کی کہ تھوڑے ہی عرصے میں اردو کشمیر کی ایک ایسی زبان بن گئی جو نہ صرف عوامی ٹھہری بلکہ سرکاری اور علمی وادبی بھی۔

ریاست جموں وکشمیر تین بڑی اکائیوں کشمیر، جموں اور لداخ پر مشتمل تھی یہ تینوں اکائیاں ایک طرف مختلف پہاڑی اور دشوار گزار سلسلوں پر مشتمل تھی بلکہ ان میں زبانیں بھی مختلف بولی جاتی تھیں۔ دو بڑے مراکز یعنی جموں میں ڈوگری اور سری نگر میں کشمیری زبانیں مستعمل تھیں جو بالکل ایک دوسرے سے مختلف تھی علاوہ ازیں اطراف کے علاقوں دیگر زبانیں اور بولیاں جن میں گوجری، پہاڑی، بلتی، شینا اور بھکروالی بولی جاتی تھی اس پر مستزاد یہ کہ سرکاری زبان فارسی تھی اس صورتحال میں صرف اس امر کی تھی کہ ایک ایسی زبان خطہ میں رائج ہو جو کہ کشمیر کی مختلف اکائیوں کے درمیان رابطے

کا ذریعہ بنے ،حبیب کیفی کے مطابق:

''ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسی زبان موجود ہو جو دونوں صوبوں میں رابطے کا ذریعہ بنے جموں کے باشندے کشمیری سے نا آشنا تھے اور اہل وادی ڈوگری سے۔مواصلات کا انتظام بھی کچھ ایسا نہ تھا کہ ہندوستان کے باشندوں کی آمدورفت عام ہوتی کچھ عرصے بعد مواصلات کا نظام بہتر ہونے لگا اور ریاست کو پڑھے لکھے لوگوں اور ہنر مندوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو ہندوستان اور پنجاب کے لوگ کشمیر آنے لگے حکومت نے اپنے مفادات کے لیے لوگوں کو ملازمتیں دیں اور اچھے عہدوں پر فائز کیا یہ لوگ اپنی زبان اردو بھی ساتھ لائے اور مقامی لوگوں کے میل ملاپ سے کشمیر میں اردو کی ترویج کی سبیل نکل آئی۔''(۳)

یورپ کے صنعتی انقلاب کے اثرات اگر چہ تاخیر کے ساتھ لیکن کشمیر تک بھی پہنچے اور یوں ذرائع آمدورفت کی بہتری کے باعث اہل کشمیر کے ہندوستان اور بیرونی دنیا سے روابط پیدا ہوئے ان روابط کے باعث کشمیر میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور ان تبدیلیوں کے بارے میں یوسف ٹینگ بیان کرتے ہیں:

''یورپ کے صنعتی انقلاب کی دستک بھی دیر اور تاخیر سے ہی صحیح سات سمندروں اور سلسلہ ہائے کوہ کے پردے پھاڑ کر کشمیر میں بھی سنی جانے لگی ذرائع آمدورفت میں آسانیاں فراہم ہونے لگی اور کشمیر آنا صرف بادشاہوں اور مصائب وکا ہی شغل نہیں رہا دوسری طرف فارسی کے چراغ کا روغن سوکھنے لگا جو تلوار ہیں اس کو باد مخالف سے محفوظ رکھنے کے لیے سفر بن گئی تھی وہ بجھنے لگی اہم واقعہ رونما ہوا کہ کشمیر کو اردو کے محور میں پھینک دیا۔''(۴)

علاوہ ازیں درج ذیل عوامل بھی کشمیر میں اردو کی تیزی کے ساتھ ترویج اور فروغ کا باعث بنے۔

- کشمیر کے حکمران اپنے دربار کی شان بڑھانے کے لیے ہندوستان سے درباری نقیب منگواتے۔یہ لوگ اپنے رشتہ داروں کے ہمراہ کشمیر آتے۔ان لوگوں کی آپس کی گفتگو اردو زبان میں ہوتی چناں چہ ان کی آمد بھی کشمیر میں اردو کے فروغ کا باعث بنی۔
- برصغیر سے تعلیم یافتہ لوگ جب کشمیر آئے تو یہاں انھیں سکول و کالج قائم کرنے کا خاتل آیا چناں چہ رنبیر سنگھ کے عہد تک یہاں پنجاب کی طرز پر سکول اور کالج قائم کیے گئے۔یہاں اردو کو بطور مضمون رائج کیا گیا اور اس کے لیکچرار تعینات کیے گئے۔ان اداروں سے رسالے بھی جاری ہوئے جو اردو کی مقبولیت کا باعث بنے۔
- کشمیر کے وہ طلبہ جو ہندوستان جا کر تعلیم حاصل کرتے تھے وہ بھی اردو کی ترقی اور ترویج کا اہم وسیلہ بنے۔یہ طلبہ جب پنجاب اور یو پی کی درسگاہوں میں پہنچتے ، اردو پڑھتے اور اردو میں گھر والوں سے خط و کتابت کرتے۔علاوہ ازیں وہ کشمیری پنڈت جو ہندوستان میں جا کر آباد ہوئے انھوں نے اپنے آبائی وطن کشمیر کو کبھی

فراموش نہیں کیا۔ ہندوستان میں انھوں نے کئی انجمنیں قائم کیں۔ یہ انجمنیں مختلف رسالوں کی اشاعت کا اہتمام کرتیں اوران رسائل کوکشمیر بھی بھیجا جاتا۔

- کشمیر کے اکابر مسلمانوں نے عام لوگوں کی تعلیمی حالت سدھارنے کے لیے اصلاحی انجمنیں قائم کیں۔ان تمام تنظیموں نے مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ اردو کے فروغ کے لیے حاکمان وقت کو ٹھوس تجاویز دیں۔ان تنظیموں میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس، آل انڈیا کشمیر کانفرنس (۱۸۸۶ء) انجمن اسلامیہ جموں (۱۹۰۸ء)، بزم شاعرہ (۱۹۱۴ء) اور بزم اردو جموں وکشمیر (۱۹۳۷ء) قابل ذکر ہیں۔
- اردو صحافت نے ہندوستان کی طرح کشمیر میں بھی اردو کے فروغ کے لیے اہم کردار ادا کیا۔کشمیر کے اندر اور باہر کئی ایسے اخبارات جاری ہوئے جنھوں نے ایک طرف ڈوگرہ مظالم کے خلاف آواز بلند کی تو دوسری طرف انھوں نے اردو کی سربلندی کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ان اخبارات میں رنبیر، ہمدرد، خدمت، جاوید، رھبر، صداقت، چاند، حقیقت، ملت، وتستا، اور جدید کشمیر شامل ہیں۔
- ہندوستان سے تعلق رکھنے والی بعض کشمیری النسل شخصیات نے بھی مظلوم کشمیری عوام کی حالت زار کو ہندوستان کی عوام تک پہنچانے کے لیے اردو زبان کو ذریعہ بنایا۔ان کی تحریریں نہ صرف پورے ہندوستان میں پھیلیں بلکہ کشمیری لوگوں میں جذبہ آزادی کو تقویت دینے کے ساتھ ساتھ اردو کی مقبولیت کا باعث بنیں۔ان شخصیات میں علامہ محمد اقبال، منشی محمد دین فوق، مولانا ظفر علی خان، فانی بدایونی، میر ولی اللہ ایبٹ آبادی، پنڈت برج نارائن چکبست اور خوشی محمد ناظر اہم ترین ہیں۔
- کشمیر میں اردو کی ترویج واشاعت میں ان شخصیات کا بھی کردار ہے جو وقتاً فوقتاً کشمیر آئے۔ان ادبی مشاہیر کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا، مشاعرے منعقد کیے جاتے اوران مشاہیر کی کشمیر کی دلکشی میں ڈوبی ہوئی نظمیں عوام میں بہت مقبول ہوئیں۔تحریک حریت کشمیر کے تناظر میں لکھی گئی شاعری کو بھی قبول عام حاصل ہوا یوں بلاواسطہ اور بلواسطہ اردو زبان کو فروغ حاصل ہوا۔علاوہ ازیں بعض معروف ادبی شخصیات نے یہاں ملازمتیں بھی اختیار کیں اور ادبی محفلوں کا مرکز ومحور بن گئے۔خلیفہ عبدالحکیم، عبدالسمیع پال، اثر صہبائی، محمد دین تاثر، اور خوشی محمد ناظر اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔
- عیسائی مبلغین کی کشمیر آمد بھی اردو کے فروغ کا باعث بنی۔عیسائی مشینریاں عیسائی مذہب کی تبلیغ کے تناظر میں جو کتابیں، رسالے اور پمفلٹ شائع کرتے وہ زیادہ تر اردو میں ہوتے ان رسالوں اور کتابوں کی اشاعت کشمیر میں اردو کے فروغ کا سبب بنی۔
- کشمیر میں اردو کے پھیلاؤ اور ترویج میں تھیٹر کمپنیوں نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ ہندوستان میں پارسی کمپنیاں بہت مقبول ہوئیں۔انھوں نے جموں اور سری نگر میں بھی ڈرامے اسٹیج کیے۔ بالخصوص آغا حشر کاشمیری کے ڈرامے ''کالی بلا'' اور اللہ دین کا چراغ بہت مقبول ہوئے۔ان مقبولیتوں کے پیش نظر جموں

میں ''روگھناتھ'' مندر میں ایک ناٹک کمپنی تشکیل دی گئی۔ڈراموں کی مقبولیت نے کشمیر کے نوجوانوں کو بھی اس طرف مائل کیا۔جموں کے دو بھائی محمد عمر اور نور الٰہی نے نہ صرف خود ڈرامے لکھے اور اسٹیج کیے بلکہ ''ناٹک ساگر'' کے نام سے ڈراما کی تاریخ بھی لکھی جو آج بھی ڈراما کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

- کشمیر میں اردو کی ترویج و اشاعت کا ایک پہلو محرم کی مجلسوں کا انعقاد بھی تھا۔محرم کے دوران منعقدہ ان مجلسوں میں ہندوستان بالخصوص لکھنو سے ذاکرین بلائے جاتے جو خاص لکھنوی لہجے میں گفتگو کرتے جو بہت پسند کیا جاتا۔یہ ذاکرین بھی فروغ اردو کا سبب رہے ہیں۔
- کشمیر ہمیشہ سے سیاحوں کے لیے جنت نظیر رہا ہے، ہر دور میں دنیا کے مختلف ممالک سے سیاح کشمیر کا رخ کرتے رہے ہیں۔کشمیر میں ذرائع آمد و رفت اور رسل و رسائل کے بہتر ہونے کی وجہ سے سیاحوں کا رجحان بھی کشمیر کی طرف راغب ہوا۔سیاحوں اور مقامی لوگوں کے درمیان رابطے کی زبان اردو ٹھہری یوں سیاحوں کی کشمیر آمد بھی اردو کی مقبولیت کا باعث بنی۔
- ریاست جموں و کشمیر میں اردو کے فروغ میں نظیر اکبرآبادی کی نظموں کا بھی اہم کردار رہا ہے۔مشکل فارسی امیز شاعری کے مقابلے میں نظیر اکبرآبادی کی عوامی زبان میں لکھی گئی نظمیں کشمیر میں بہت مقبول ہوئیں بالخصوص وہ لوگ جو پڑھ نہیں سکتے تھے انھیں نظیر کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور وہ مجلسوں میں گایا کرتے تھے۔اس طرح نظیر کی نظموں نے ریاست میں اردو کے فروغ میں آسانیاں پیدا کیں۔

یہ وہ عوامل تھے جن کی وجہ سے اردو ایک طرف تو دفتروں، عدالتوں اور درباروں کی زبان بنی تو دوسری طرف عوام میں تیزی سے مقبول ہوتی چلی گئی۔کشمیر میں اب عوام اور اردو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم بن چکے تھے۔ پرتاب سنگھ کو اب اس کا احساس ہو چلا تھا چناں چہ اس نے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ۱۸۸۹ء میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دے دیا:

> ''مہاراجہ رنبیر سنگھ کے انتقال کے بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ ۱۸۸۵ء میں تخت نشین ہوئے۔اس عہد تک اردو پڑھے لکھے لوگوں کا حلقہ بڑھ گیا تھا اور اردو ذریعہ اظہار بن چکی تھی۔مہاراجہ نے اس زبان کی مقبولیت کے پیش نظر ۱۸۸۹ء میں اسے سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کر لیا۔''**(۵)**

پرتاب سنگھ کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ نے بھی اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسے سکولوں اور کالجوں تک وسعت دے کر ٹھوس بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی۔انہی کوششوں اور کاوشوں کے نتیجے میں اردو نے ریاست جموں و کشمیر میں جس تیزی کے ساتھ ترقی کی اس کی نظیر برصغیر کی تاریخ میں کہیں اور نہیں ملتی۔اس تیز رفتار ترقی کو دیکھ کر بابائے اردو مولوی عبدالحق نے دلی کے دربار میں ''کل ہند اردو کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''شاید ہندوستان کے کسی صوبے میں اردو اس قدر مقبول اور رائج نہیں جس قدر کشمیر میں ہے۔

مدارس میں اردو پڑھائی جاتی ہے اور ذریعہ تعلیم ہے دفاتر کی بان بھی اردو ہے اور بہت اچھے اردو
کے کمال شاعر اور ادیب موجود ہیں۔ وہاں (کشمیر) اسمبلی کے اجلاس کو بھی جا کر دیکھا سب ممبر
اردو میں بلا تکلف تقریر کرتے تھے اور یہ سن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ پنجاب اسمبلی میں بھی ایسی اچھی
تقریریں نہیں ہوتیں۔''(۶)

ریاست جموں و کشمیر میں اردو زبان وادب کو فروغ اگرچہ ڈوگرہ عہد میں ملا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ریاست میں بہت پہلے اپنے تخلیقی سفر کا آغا کر چکی تھی۔ اس کا انداہ اردو کی مثنوی ''گلزار فقر'' سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۳۹ھ مطابق ۱۷۷۶ء بنتا ہے۔ اس مثنوی کا سال تصنیف ولی دکنی کی تاریخ وفات ۱۱۳۸ھ کے فوری بعد کا ہے۔ یوں غلام محی الدین جو اس مثنوی کے خالق ہیں کو ولی کا ہم عصر قرار دیا جا سکتا ہے۔ دیوان محی الدین کی اس تخلیق کا ذکر حافظ شیرانی نے ''پنجاب میں اردو'' میں بھی کیا ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی بیان کرتے ہیں:

''یہ بات خاص اہمیت کی حامل ہے کہ ''گلزار فقر'' کی زبان اتنی ہی ترقی یافتہ اور ادبی عناصر کی
حامل ہے کہ جتنی ولی دکنی کی بلکہ بعض لسانی خوبیاں کی بنا پر اس سے بہتر ہے۔ ولی کی زبان کے
مقابلے میں مقامی محاورے محی الدین کے ہاں بہت کم ہیں۔''(۷)

یہ بات بھی یاد رکھے جانے کے قابل ہے کہ غلام محی الدین نے نہ ہی دکن کا سفر اختیار کیا اور نہ ہی شمالی ہند کا اور نہ ہی کسی دبستان یا فکر سے وابستہ رہے۔ اس کے باوجود اعلی پائے کی مثنوی تخلیق کرنا ان کی انفرادی صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ اس مثنوی میں حمد، نعت اور منقبت شامل ہے۔ ڈاکٹر شفیق انجم جنھوں نے پہلی مرتبہ قلمی نسخوں کا مطالعہ کر کے تصحیح متن کے ساتھ اس کی اشاعت کی بیان کرتے ہیں:

''یہ مثنوی علاقہ پنجاب میں ہی تصنیف ہوئی۔ مثنوی میں بیان کردہ میر پور سے مراد میر پور آزاد
کشمیر ہے۔ مثنوی کے زمانہ تصنیف میں مولوی غلام محی الدین نام کا شخص میر پور آزاد کشمیر میں
موجود تھا۔ اس کی سوانح اور سماجی حیثیت کے بارے میں اشارے موجود ہیں۔۔۔۔ تمام زاویوں
سے یکبارگی مشاہدے سے یہ فیصلہ کرنے میں دقت نہیں ہوتی کہ گلزار فقر کے مصنف یہی غلام محی
الدین ہیں۔ مثنوی میں مصنف نے اپنی ذات، خاندان، اپنے عہد اور اپنے علاقے اور اپنی گزشتہ
اور موجودہ زندگی کے بارے میں جو اشارے دیے ہیں اور جو اسلوب اور لب و لہجہ اختیار کیا وہ
بہت حد تک مذکورہ شخصیت کے موافق ہے۔''(۸)

تاہم شاعری کے مقابلے میں نثر کی تخلیق بہت بعد میں ہوئی نثر کے حوالے سے پہلی تحریر مہتہ شیر سنگھ کے سفر نامہ بخارا کو مانا جاتا ہے مہتہ شیر سنگھ رام پور کا رہنے والا تھا اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کا ملازم تھا مہاراجہ رنبیر سنگھ نے وسطی ایشیا سے سماجی اور تجارتی تعلقات قائم کرنے کی غرض سے شیر سنگھ کو سمرقند اور بخارا بھیجا شیر سنگھ نے واپسی پر ایک سو پچاس صفحات پر مشتمل جائزہ رپورٹ حکومت کو پیش کی وہ اردو میں تھی اور اسے اردو کی پہلی نثری تحریر کہا گیا ہے بقول پروفیسر عبدالقادر سروری کے مطابق:

''مہتہ شیر سنگھ نے ۱۸۴۷ء میں قابل، بلخ اور بخارا وغیرہ کا سفر کیا اور منزلوں کی تفصیل اور ایک منزل سے دوسری منزل تک کے فاصلے راستے کی کیفیت مقامات اور شہروں کے حالات پر مشتمل یہ رپورٹ تیار کی تھی جو سفر نامہ کے نام سے موسوم ہے جن جن مقامات کو شیر سنگھ گئے وہاں کی سابقہ حکومت، حال، فرمانروا اور مقامی حالات سب کا تذکرہ کیا ہے کل ۱۲۷ مقامات کی تفصیل سفر نامہ میں درج ہے بعض چھوٹے چھوٹے مقامات کا ذکر سرسری طور پر کر دیا ہے کچھ سوالات قائم کئے اور ان کے جوابات بھی لکھے ہیں سفر نامہ مرتب کرنے کے بعد یکم فروری ۱۹۴۸ء کو دیوان نہال چند کی خدمت میں پیش کیا تھا۔''**(۹)**

نثر کی اس تحریر کو جو اگر چہ نیم سرکاری اور نیم ادبی ہے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اردو ریاست جموں وکشمیر میں نہ صرف اپنا تشخص قائم کر چکی تھی بلکہ اردو کے نثری ادب کی روایت کا بھی آغاز ہو چکا تھا۔ اردو کے اولین دور میں زیادہ تر تخلیقات تاریخ، فنون لطیفہ، سوانح نگاری، سرکاری و دفتری رپورٹس، کشمیر کے جغرافیائی حالات اور سنسکرت وفارسی سے اردو کے تراجم کی صورت میں منظر عام پر آئیں۔ ان تخلیقات میں گلاب نامہ، تاریخ کشمیر، ہدای التحقیق اور تحقیق نارسخ از دیوان کرپارام۔ گلزار فوائد، گلدستہ کشمیر، گوپال نامہ، چہار گلزار، شگفتہ بہار اور سوانح عمری ختسہ از پنڈت ہرگوپال کول ختسہ۔ گنجینہ فطرت اور داستان جگت روپ از پنڈت سالگرام سالک، میزان تحقیق از حسن ابن علی قابل ذکر ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشاہیر ادب نے دیگر اصناف ادب کی طرف بھی توجہ دی اور افسانہ ناول ڈرامہ تحقیق اور تنقید کے میدان میں بھی خدمات سرانجام دیں برج پریمی کے خیال میں:

''اردو نثر کی توسیع کے ساتھ ساتھ فکشن کے مختلف شعبے بھی معرض وجود میں آ گئے چنانچہ افسانہ ناول ڈرامہ ادب لطیف انشائیے تحقیق وتنقید ہر شعبے میں ریاست کے قلم کاروں نے اپنے قلم کی جولانیاں دکھائی اور نہ صرف ریاست میں بلکہ پوری اردو دنیا میں اپنی دھاک بٹھا دی۔''**(۱۰)**

برصغیر میں جدید اردو ادب بالخصوص ترقی پسند تحریک کے اثرات کشمیری ادیبوں پر بھی مرتب ہوئے اور یہاں پر بھی دیگر اصناف ادب بالخصوص جدید اردو افسانہ کی طرف توجہ دی جانے لگی۔ اردو افسانہ میں اولین نام چراغ حسن حسرت کا ہے۔ جن کے افسانوں کا مجموعہ کیلے کا چھلکا ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔ اردو افسانہ میں ایک اہم نام پریم ناتھ سادھو کا ہیوہ پردیسی کینام سے افسانے لکھتے رہے ان کے افسانوں کا مجموعہ ''شام وسحر'' ادبی حلقوں میں خاصا مقبول ہوا دیگر افسانہ نگاروں میں پریم ناتھ در، رامانند ساگر، قدرت اللہ شہاب، کشمیری لال ساگر، کوثر سیمابی، کیف اسرائیلی، اور محمود ہاشمی شامل ہیں۔

افسانہ کے برعکس خطہ کشمیر میں اردو ناول کی روایت زیادہ مضبوط نہیں رامانند ساگر کا ناول ''اور انسان مر گیا'' متنازع بھی رہا اور زیر بحث بھی اس کے برعکس ریاست میں اردو ڈرامے کے ابتدائی نقوش ڈوگرہ عہد کے آخری دور میں

واضح ہونا شروع ہو گئے تھے۔ پارسی تھیٹر کمپنیوں نے ریاست میں خاصی مقبولیت حاصل کی تو نوجوان نسل ڈرامہ کی طرف متوجہ ہوئی اور ڈوگرہ عہد کے آخر تک ڈرامہ نگار منظر عام پر آئے ان میں محمود ہاشمی، محمد عمر نورالٰہی، پریم ناتھ پردیسی، علی محمد لون، راج ہنس کھنہ اور صلاح الدین احمد قابل ذکر ہیں۔ ڈوگرہ عہد میں ہی کشمیر کے قلم کاروں نے تحقیق وتنقید کی طرف توجہ دی۔ اس ضمن میں اگرچہ ابتدائی نام محمد دین فوق کا ہے تاہم بعد میں دیگر لوگوں نے بھی تحقیق وتنقید کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں ان میں محمد عمر نورالٰہی (ناٹک ساگر) عبدالاحد آزاد (زبان اور شاعری) نندلال کول طالب (تنقیدی مضامین) محمود ہاشمی، خلیفہ عبدالحکیم، جعفر علی خان اور ایم ڈی تاثیر شامل ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر میں نثر کے برعکس اردو شاعری کی روایت کافی پختہ ہے اس کی بنیادی وجہ اردو شاعری کے پیچھے سنسکرت فارسی اور دوسری علاقائی زبانوں کی مضبوط شعری روایات کا موجود ہونا ہے ریاست میں اردو کے اولین شعرا وہی ہیں جو پہلے فارسی میں شعر کہتے تھے اور بعد میں اردو کی مقبولیت سے متاثر ہو کر اردو میں شعر کہنے لگے اس لیے ریاست کی اردو کی اولین شاعری میں موضوعات کا تنوع اور معیار بلند نظر آتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی شعرا میں غنی کاشمیری، ملا محمد حسن فانی اور نافع جیسے شعرا کے اثرات بھی موجود ہیں۔ میر کمال حسین اندرابی رسوا پہلے شاعر ہیں جن کے ہاں فارسی کے ساتھ ساتھ اردو شاعری کی بھی ابتدا ہوتی ہے جبکہ دیگر شعراء میں مرزا عبدالغنی بیگ قبول، پنڈت دیارام کاچرو خوشدل، ملا لعل محمد توفیق، مرزا جان محمد بیگ سامی، حمید اللہ برگنہ اور محمد علی حشمت شامل ہیں ان کی شاعری میں مثنوی، غزل، مناجات، قطعات، قصیدہ گوئی اور ہجو گوئی غرض تمام اصناف کے نمونے ملتے ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر میں اردو شاعری کی روایت کو مضبوط بنانے اور آگے بڑھانے میں ان لوگوں کا بھی ہاتھ ہے جو کشمیری الاصل تھے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آباد تھے۔ کشمیر کے ادیبوں کے مشاہیر سے روابط بھی تھے اور متاثر بھی تھے چنانچہ ان لوگوں کی شاعری کے اثرات کشمیری شعراء پر پڑھنا لازمی تھے۔ ان لوگوں میں مومن خان مومن، ماہتاب رائے خواجہ، امین الدین امیر بخش خان، خواجہ عبدالصمد ککرو، شوکت علی فانی بدایونی، پنڈت برج نارائن چکبست، علامہ محمد اقبال اور پنڈت دیاشنکر نسیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں پنڈت دیاشنکر نسیم کے متعلق پروفیسر عبدالقادر سروری بیان کرتے ہیں:

> ''میر حسن کی سحر البیان کلاسیکی اور مثنوی نگاری کے عروج کا انتہائی نقطہ مان لی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی نسیم کی گلزار نسیم بھی اپنے مخصوص اسلوب کے عروج وکمال کی یادگار ہے۔ اظہار میں ایجاز کے حسن کے ساتھ اردو میں کوئی دوسری مثنوی بلکہ کوئی اور دوسرا شعری کارنامہ پیدا نہ ہو سکا۔ کلاسیکی اردو ادب میں یہ دراصل کشمیری ذہانت کا ایک شاہکار ہے''(۱۱)

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد میں جب اردو کو عروج حاصل ہونے لگا تو زیادہ تر شعرا اب اردو میں طبع آزمائی کرنے لگے اردو شاعری کے روایتی موضوعات کے ساتھ ساتھ اب ریاست کے شعرا کشمیر کے بلند و بالا پہاڑوں سرسبز و شاداب وادیوں، گرتی آبشاروں، بہتے جھرنوں اور صاف شفاف جھیلوں کو اپنی شاعری کا موضوع بنانے لگے جس نے آگے چل کر اردو شاعری کو اور زیادہ دلآویز بنا دیا علاوہ ازیں کشمیری قوم ایک طویل عرصے سے غلامی کے دور میں زندگی گزار رہی

تھی ذرائع آمدورفت بہتر ہونے اور ذرائع ابلاغ کے عام ہونے کی وجہ سے کشمیریوں کے مظالم کی آواز اب ہندوستان اور بیرون دنیا میں بھی سنی جانے لگی اور اہل کشمیر کے حق میں آواز بلند کی جانے لگی۔اس آواز کا موثر ذریعہ اظہار شاعری تھا۔محمد دین فوق اور علامہ محمد اقبال کی آواز سب سے بلند تھی اور اس آواز کے اثرات بہت گہرے تھے کشمیر کے اندر بھی تحریک حریت کشمیر اردو شاعری کا ایک اہم موضوع بن کر ابھری علاوہ ازیں کشمیر کے دلفریب نظارے، مذہبی موضوعات، تصوف اور روایتی کلاسیکی موضوعات بھی اردو شاعری کا حصہ بنے۔مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد میں دو اہم نام ابھر کر سامنے آئے۔یہ نام پنڈت ہرگوپال خستہ اور پنڈت سالگرام سالک کے تھے۔پنڈ سالگرام سالک نے دومثنویوں سندربن اور سسی پنوں کے علاوہ ایک دیوان غزل کا کچھ نظمیں ،قصائد اور گیت بھی لکھے جب کہ ہرگوپال خستہ کی نظم ''گوپال نامہ'' نے نام کمایا۔

تحریک آزادی کشمیر کے تناظر میں ایک اہم نام خوشی محمد ناظر کا ہے۔خوشی محمد ناظر کشمیر کے گورنر بھی رہے خوشی محمد ناظر کو کشمیر کی خوبصورتی، دلکشی، رعنائی اور دلفریب مناظر سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ناظر کا مجموعہ کلام ''نغمہ فردوس'' ان کے جذبات کا عکاس ہے۔اس عہد کے دیگر شعرا میں پیرزادہ محمد عارف، قاضی عبداللہ خان منظور، منشی امیرالدین امیر، منشی محمد صادق، منشی غلام محمد خادم، حکیم فیروز الدین طغرائی، پنڈت شرائن بھان عاجز، محمد دین فوق، راجہ بشیر علی خان بسمل، برج موہن لال تکو اور پیرزادہ غلام احمد مہجور شامل ہیں۔مہجور کی شاعری کا دورانیہ تقریبا پچیس برس پر پھیلا ہوا ہے ان کی شاعری میں قومی اور اخلاقی موضوعات زیادہ نمایاں ہیں مہجور اقبال سے بھی بہت متاثر تھے اقبال کے اثرات نہ صرف مہجور کی اردو شاعری بلکہ کشمیری شاعری پر بھی نمایاں ہیں ان کی نظم ''خطاب بہ مسلم'' اس کی غماز ہے۔

کشمیر میں اردو زبان و ادب کی روایت کو مضبوط اور آگے بڑھانے میں سب سے اہم نام منشی محمد دین فوق کا ہے۔محمد دین فوق کے بغیر ریاست جموں وکشمیر میں اردو روایت نامکمل ہے۔منشی محمد دین فوق جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے انہوں نے سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ایک شاعر، ادیب اور محقق، نقاد وصحافی، تذکرہ نگار اور نثر نگار کی حیثیت سے ان کی اہمیت مسلم ہے فرزند کشمیر کی حیثیت سے انھوں نے کشمیر اور کشمیر سے باہر کشمیریوں کی صحیح ترجمانی کی محمد کلیم اختر ان کے مقام ومرتبے کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

> ''وہ کشمیر کے سب سے مستند مورخ اور واقعہ نگار تسلیم کیے جاتے ہیں۔اس عظیم اہل قلم نے کشمیریوں کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور سچ تو یہ ہے کہ اگر آج فوق کی تصانیف موجود نہ ہوتی تو کشمیریوں کی آئندہ نسلوں کو اپنی تاریخ جاننے میں خاصی مشکلات پیش آتیں۔''(۱۲)

فوق نے بلاشبہ کشمیر میں اردو زبان وادب کی روایت کو مضبوط کیا بلکہ اس کو ترقی اور وسعت دینے میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔محمد دین فوق کی ان کی خدمات کی بناپر اقبال نے انہیں مجدد کشامرہ کا خطاب دیا۔محمد دین فوق کے ساتھ ساتھ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان کے آغاز وارتقاء میں جن لوگوں نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں ہرگوپال خستہ، پنڈت

سالگرام سالک ،نندلعل ، طالب کشمیری ، کشب نبدھو، رسا جاودانی ،عبدالاحد آزاد، پریم ناتھ بزاز ، پریم ناتھ پردیسی اور میر غلام رسول نار کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

ریاست جموں و کشمیر میں اردو زبان وادب کی روایت ۱۹۴۷ء کے بعد مزید مستحکم ہوئی ادبی شخصیات کے ساتھ ساتھ مختلف اداروں بالخصوص جموں کشمیر کی جامعات اس سلسلے میں گراں قدر خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ریاست میں آج بھی اردو سرکاری زبان کے طور پر نافذ ہے جبکہ تخلیقی و تحقیقی بنیادوں پر یہ روایت مضبوط سے مضبوط ہورہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو (پہلا حصہ)، (سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف کلچر اینڈ لینگویجز، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۰۴

۲۔ جی۔ایم میر، کشمور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، (میر پور: رضوان پبلشرز، ۲۰۰۴ء)، ص ۳۴۔۳۵

۳۔ حبیب کیفی، کشمیر میں اردو، مشمولہ: پاکستان میں اردو، پانچویں جلد، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء)، مرتبہ: پروفیسر فتح محمد ملک، سید سردار احمد پیرادہ، تجمل شاہ، ص ۴۱

۴۔ محمد یوسف ٹینگ، پیش گفتار، مشمولہ: کشمیر میں اردو، حصہ دوم، از: پروفیسر عبدالقادر سروری، (سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، ۱۹۸۲ء)، ص ۱۴

۵۔ برج پریمی، جموں و کشمیر میں اردو ادب کی نشوو نما (تنقید و تحقیق)، (جموں: رچنا پبلی کیشنز نصیب نگر، جانی پورہ، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۱

۶۔ مولوی عبدالحق، بحوالہ: کشمیر میں اردو، از: حبیب کیفی، (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۹ء)، ص ۱۲۰

۷۔ گوہر نوشاہی، مشمولہ: گلزار فکر (تحقیق و تدوین)، از: ڈاکٹر شفیق انجم، (راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ص ۸

۸۔ شفیق انجم، مقدمہ: گلزارِ فکر، (راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ص ۱۴

۹۔ کشمیر میں اردو (حصہ دوم)، ص ۱۰۱

۱۰۔ جموں و کشمیر میں اردو ادب کی نشو نما (تنقید و تحقیق)، ص ۲۴

۱۱۔ کشمیر میں اردو (حصہ دوم)، ص ۱۲۴

۱۲۔ کلیم اختر، کشمیر میں صحافت کا ارتقا، مشمولہ: ادبی دنیا (کشمیر نمبر)، مرتبہ، محمد عبداللہ قریشی، شمارہ نمبر ۱۰۰، (لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۴۴ء)، ص ن م